رسالہ
رد الطغیان فی اوقاف القرآن

از
فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی
مع مقدمہ حواشی واضافہ مفیدہ

از

ابو الحسن اعظمی
رکن رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ وسابق صدر شعبہ قرأت دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ

ردّ الطغیان فی اوقاف القرآن

از

فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

مع مقدمہ حواشی و اضافہ مفیدہ

از

ابو الحسن اعظمی

رکن رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

وسابق صدر شعبۂ قراءت دارالعلوم دیوبند

Mob. 09412651027

Umar Ilahi Mob. 9358013409

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

راقم الحروف بغرض مشق وتمرین بنگلہ دیش، ڈھاکہ وغیرہ تقریباً پچیس سال سے سفر کرتا آرہا ہے، ماہِ رمضان المبارک میں پارۂ عم ودیگر سُور کی تمرین کے ساتھ تجوید کے رسائل کی تعلیم کا سلسلہ ہے۔ مشق کے دوران مسائل کی وضاحت کے سلسلے میں بہت سی کتابوں کا حوالہ بھی آتا ہے، جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اہم تحریر بنام "رَدُّ الطُّغْیَان فِیْ اَوْقَافِ الْقُرْآن" کا حوالہ بھی ضرور آتا ہے۔

عام طریقے سے مساجد کے ائمہ کرام سورۃ الفاتحہ کی تلاوت میں ہر ہر آیت پر وقف کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اِن آیات پر وقت سنت ہے۔ دلیل میں ایک منقطع روایت جو ابن جُریج سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے، پیش کی جاتی ہے۔ عام طریقے سے دوسری حدیث جو اسی عنوان پر اِنھیں حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے بذریعہ لیث ابن سعدؒ، یہ اوجھل رہتی ہے۔ لیث بن سعدؒ کی روایت مرفوع ہے اور منقطع ومرفوع کی حیثیت اہل علم پر واضح ہے۔ ابن جُریج کی روایت سے متعلق حضرات علماء کرام کے اقوال بھی اس کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں جیسے علامہ جعبریؒ، علامہ زرکشیؒ، الحافظ قسطلانیؒ، علامہ تورپشتیؒ، نیز امام ترمذیؒ، اس کے بارے میں فرماتے ہیں "لَیْسَ اِسْنَادُہٗ بِمُتَّصِلٍ" اور لیث ابن سعد کی روایت کے بارے میں وَھُوَ عِنْدِیْ اصح.

حضرت گنگوہیؒ نے اپنے رسالے میں سیر حاصل بحث کی ہے، مسئلہ کو باحسن طریق واضح فرمایا ہے، اس تحریر کا فوٹو مجھے بہت عرصہ پہلے عزیز محترم مولانا قاری محمد صدیق صاحب سانسرودی مدظلہٗ نے عنایت کیا تھا، موصوف نے وقف سے متعلق اہم کتاب "جامع الوقف"

لابن ضیاءؒ کی مفصل اور عمدہ شرح ''فتح الرحمٰن'' میں حضرت گنگوہیؒ کے اس رسالے سے استفادہ کیا ہے (اس سے استفادہ کیا جائے)۔

ایک عرصہ تک یہ رسالہ میری کتابوں میں گم ہوگیا تھا، بعد میں تلاشِ بسیار کے بعد مل گیا۔ اس مختصر رسالہ کا انتساب نہایت اہم اور بزرگ ترین شخصیت حضرت گنگوہیؒ کی ذاتِ ستودہ صفات سے ہونے کے باعث بڑا تقاضہ رہا کہ اسے شائع کر کے عام کیا جائے۔ بطور خاص کرم فرما جناب پرنسپل میزان الرحمٰن صاحب مہتمم ''مدرسہ دعوۃ الحق'' دیونہ، ضلع کپاشہ، بنگلہ دیش جہاں میرا رمضان میں قیام رہتا ہے، آپ کی فرمائش اور محبّ مکرم جناب مولانا ابوجعفر صاحب قاسمی کے باصرار تقاضے کے بعد اب تعطیل عید الاضحیٰ میں رسالہ ''گنگوہیؒ پر نظر ڈالی، متعدد مواقع پر عبارت کے الفاظ میں بہ ضرورت ترمیم، بغرض وضاحت بعض مراجع کی تحقیق اور متعدد بین القوسین عبارات اور ضروری حواشی کا اضافہ کیا گیا۔

ساتھ ہی اِتماماً للافادہ ایک مقدمہ بھی لاحق کیا گیا جس میں موضوع سے متعلق درج ذیل عناوین، علم وقف، انواعِ وقف میں علماء کی آراء اور ائمۂ قراءت کے اصول و مذاہبِ وقف و ابتداء کے بارے میں مختصر تحریر ہے۔ ساتھ ہی موضوع سے متعلق تصانیف کا سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت اپنی رضا کے لئے اس طباعت کو قبول فرمائے، شائقین علم کو بیش از بیش استفادہ کی توفیق بخشے، پرنسپل صاحب اور مولانا ابوجعفر صاحب قاسمی کو اجر عطا فرمائے۔ آمین

ابوالحسن اعظمی، دیوبند

رکن رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرّمہ

۳/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ

مقدمہ

علم وقف

قرآن کریم میں چار مواقع پر ''وقف'' کا مادہ وارد ہوا ہے۔

(۱) وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ (انعام، آیت:۲۷)

(۲) وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ. (انعام، آیت:۳۰)

(۳) وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ. (سبا، آیت:۳۱)

(۴) وَ قِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَسْئُوْلُوْنَ. (الصّٰفّٰت، آیت:۲۴)

اس لفظ کا ورود احادیثِ مبارکہ میں بکثرت ہوا ہے، ازاں جملہ ایک وہ روایت ہے جسے امام ترمذیؒ نے اپنی سنن میں نقل فرمایا ہے۔

وَلَا یَمُرُّ بِاٰیۃ عذاب الا وقف یتعوذ. (ترمذی، کتاب المواقیت، الباب:۷۹، نسائی کتاب التطبیق، باب ۷۳، کتاب الافتتاح، باب:۷۷، مسند احمد، ج:۶ ص:۲۴)

اصطلاح میں وقف کہتے ہیں آخر کلمہ پر قطعِ دم بہ نیت استینافِ قراءت کو، یعنی ایسے کلمہ کے آخر پر جو رسماً مابعد سے جدا ہو، اتنی دیر رکنا جتنی دیر میں عادتاً اور فطری طور پر سانس لیا جاتا ہے اور پھر آگے پڑھنا شروع کردے۔

علم وقف کا تعلق معانی قرآن سے ہے اور ترتیل ہی کا یہ دوسرا جزو ہے جیسا کہ راس المفسرین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ آیت ''وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''الترتیل تجوید الحروف و معرفۃ الوقوف'' پس وقف مکمل ترتیل ہے، محض تجوید سے ترتیل مکمل نہیں ہوتی، اہمیت کے اعتبار سے علم وقف علم تجوید سے کسی طرح کم نہیں، کیوں کہ جس آیت کریمہ سے تجوید کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی سے علم وقف کا بھی ثبوت ہوتا ہے، فی زمانہ ایسے لوگ بکثرت ملیں گے جو قرآن مجید کو قواعد تجوید کی رعایت کے ساتھ نہایت نفاست اور عمدگی

سے پڑھتے ہیں لیکن بوجہ عدم واقفیت جب وقف وابتداء اور اعادہ بے موقع اور خلاف قاعدہ کردیتے ہیں تو واقفین کو بے حد تکدر اور کوفت ہوتی ہے، وقف کو معنیٰ بڑا دخل ہے، اس سے قرآن مجید کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ (جامع الوقف از ابن ضیاءؒ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں: "**لقد عشنا برهةً من دهرنا و ان احدنا ليؤتى الايمان قبل القرآن و تنزل السورة على النبى ﷺ فيتعلم حلالها و حرامها و امرها و زجرها و ما ينبغى ان يوقف عنده عنها.**"

یعنی حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مدت تک اپنے زمانے میں اس طرح زندگی گذارتے رہے کہ ہم میں کا ہر شخص قرآن کریم حاصل کرنے سے پہلے ہی ایمان لے آیا۔ جب کوئی سورت نازل ہوتی تھی تو حضور ﷺ ہمیں اس کے حلال، حرام، امر، نہی اور مواقع وقوف سکھاتے تھے۔ یہاں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اوامر اور منہیات اور حلال وحرام سے کم اہمیت معرفت وقوف کی نہیں ہے۔

محقق ابن الجزریؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد نشر میں فرماتے ہیں:

"**فى كلام علىؓ دليل على وجوب تعلّمه و معرفته، و كلام ابن عمرؓ برهان على ان تعلمه اجماع من الصحابةؓ.**"

یعنی حضرت علیؓ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ علم وقف اور مواقع وقف کا سیکھنا واجب اور ضروری ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا ارشاد اس بات پر دلیل ہے کہ اوقاف کے سیکھنے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔

محقق ابن الجزریؒ اس کے بعد لکھتے ہیں:

"**و صح بل تواتر عندنا تعلمه و الاعتناء به من السلف الصالح كابى جعفر يزيد بن القعقاع امام اهل المدينة الذى هو من اعيان التابعين و صاحبه الامام نافع بن ابى نعيم و ابى عمر و بن العلاء و يعقوب الحضرمى و عاصم بن ابى النجود و غيرهم من الائمة، و كلامهم فى ذلك معروف، و نصوصهم عليه مشهورة فى الكتب و من ثم اشترط كثير من ائمة الخلف على المجيزان لا**

یجیز احدًا الا بعد معرفة الوقف والابتداء۔"

یعنی ہم تک صحت اور تواتر کے ساتھ یہ بات پہنچی ہے کہ کبار تابعین میں سے امام اہل مدینہ حضرت ابوجعفر یزید بن قعقاع اور آپ کے تلامذہ کبار میں حضرت امام نافعؒ ابن ابی نعیم مدنیؒ اور دیگر ائمہ حضرت ابوعمرو ابن العلاء بصریؒ، حضرت یعقوب حضرمیؒ، امام عاصم ابن ابی النجودؒ وغیرہم (بہت سے ائمہ فن ابوحاتم سجستانیؒ، اخفشؒ، ابوعبیدہؒ) وقوف کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کے نصوص اور کلام کتابوں میں معروف ومشہور اور مذکور ہیں، چنانچہ اسی بناء پر ائمہ متاخرین نے یہ شرط لگادی ہے کہ وقوف وابتداء میں معرفت ومہارت حاصل کئے بغیر کسی کو معلم بننے کی اجازت نہ دیں۔

نیز بے موقع وقف سے ایہام مالایلیق پیدا ہوتا ہے جو بہرحال ممنوع ہے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو "مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ یَّعْصِہِمَا" اس طرح کہتے ہوئے ٹوکا اور ارشاد فرمایا کہ بئس الخطیب انت قل ومن یعص اللّٰہ و رسوله فقد غوىٰ یعنی اس نے بجائے رشد پر وقف کے من یعصهما پر وقف کیا جب کہ اس کا تعلق مابعد سے ہے یا تو رشد پر وقف کرتا یا پھر آگے ملا کر پڑھتا اور فَقَدْ غَوٰى پر وقف کرتا کیوں کہ اطاعت اور معصیت دو متضاد حالتیں ہیں، اس نے دونوں کو جمع کردیا، جب اس طرح وقف اور وصل مخلوق کے کلام میں مکروہ وممنوع ہے تو کلام خالق میں بدرجۂ اولیٰ مکروہ ہونا چاہئے اور اس سے احتراز اولیٰ اور احق ہونا چاہئے۔

امام ابوزکریا فرماتے ہیں کہ صحتِ وقف صحابہ تابعین، تمام ائمہ علماء، قراء اور فضلاء کے دور میں مرغوب اور مطلوب رہا ہے، نیز اس پر صحیح آثار اور احادیث بھی ہیں، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے صحیحین میں مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ہر ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم پڑھتے پھر وقف کرتے۔ الحمد للّٰہ رب العٰلمین O پڑھتے اور وقف کرتے۔ پھر الرحمٰن الرحیم O پڑھتے پھر وقف کرتے۔ الحدیث (نہایۃ، ص:١٤١، المنح الفکریۃ، ص:٨٠)

مگر یہ روایت منقطع ہے، آگے تفصیل آرہی ہے۔

نیز محقق ابن الجزریؒ نشر میں لکھتے ہیں:" و صح عندها عن الشعبی وهو من ائمة التابعین علماً و فقهاً و مقتدی انه قال، اذا قرأت كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَان فلا تسكت حتى تقرأ وَ يَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ O" (الرحمٰن: ۲۷)

یعنی امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَان کی تلاوت کرو تو اتنا ہی پڑھ کر وقف نہ کرو بلکہ اگلی آیت کو ملا کر پڑھو اور وَالْإِكْرَام پر وقف کرو۔" (ص: ۲۲۵)

امام ہذلیؒ (ابوالقاسم یوسف بن علی بن جبارہ الہذلی: م ۴۶۵ھ) اپنی کتاب "الکامل" میں فرماتے ہیں:" الوقف حلية التلاوة و زينة القارى، و بلاغ التالى، و فهم المستمع، و فخر العالم و به يعرف الفرق بين المعنيين المختلفين والنقيضين المتنافيين و الحكمين المتغائرين."

یعنی صحیح وقف سے تلاوت و قراءت میں حسن و زینت پیدا ہوتی ہے تالی کے لئے معانی تک رسائی ہوتی ہے، سامع کو معنی سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، عالم کے لئے فضیلت کی چیز ہے، نیز اس سے دو مختلف معانی اور متغائر احکام میں فرق ہوتا ہے۔

ابوحاتم فرماتے ہیں:" من لم يعرف الوقف لم يعرف القرآن"

یعنی بغیر معرفت وقف کے صحیح معرفتِ قرآن ناممکن ہے۔

اسی طرح ابن الانباریؒ فرماتے ہیں:" من تمام معرفة القرآن معرفة الوقف والابتداء" نیز "الاوقاف من تفسیر القرآن، ابن الانباری۔

یعنی قرآن کی پوری معرفت بغیر فواصل، وقف اور ابتداء کی معرفت کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ (نہایہ، ص: ۱۴۳)

مندرجہ بالا آثار و اقوال دلیل ہیں وقف کی تعلیم و تعلم اور اس کی اہمیت اور ضرورت پر۔

کلامِ مسلسل کو جب تک ایک ہی سانس میں نہ ادا کیا جائے اور اس کے الفاظ اور جملے ایک ہی مرتبہ میں سانس لئے بغیر نہ ادا کئے جائیں تو اس کے اندر وہ فصاحت و بلاغت نہیں رہتی جیسا کہ گفتگو کے دوران ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص درمیان میں رک رک کر ہر ہر لفظ پر سانس لے کر

بات کرتا ہے تو اسے پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا، اسی طرح کلام الٰہی مثل ایک مضمون کے ہے، اس کے اندر بھی تسلسل اور وصل مطلوب اور محبوب ہے۔ صاحب ''خلاصۃ البیان لکھتے ہیں:

اما الوصل فهو اصل فی القراءة وضعاً لانهٗ صریح فی الاعراب الدال علی المعانی المعتورة و افصح فی العبارة."

یعنی قراءت میں وضعی طور پر اصل وصل ہے، اس وجہ سے کہ اس سے اعراب کا اظہار ہوتا ہے جس سے پیہم معانی پر دلالت ہوتی ہے اور عبارت میں فصیح بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ وقف عوارض میں سے ہے، جو بلاضرورت اور بے موقع ممنوع اور معیوب ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام زکریاؒ فرماتے ہیں کہ قاری کی مثال مسافر کی ہے اور اوقاف اور مقاطع کی مثال منازل کی ہے۔ پس جس طرح مسافر درمیان سفر میں بلاضرورت ٹھہرنا پسند نہیں کرتا اور تضییعِ اوقات سمجھتا ہے، اسی طرح قاری قرآن کے لئے بھی ہر موقف اور ہر مقطع پر بلاضرورت وقف اور ٹھہراؤ پسندیدہ ہے یہاں تک کہ تلاوت اختتام کو پہنچ جائے کیوں کہ قرآن کی قراءت خواہ ایک لفظ اور ایک حرف ہی کیوں نہ ہو بلاضرورت وقف سے بہر حال بہتر ہے۔

لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی بھی قاری کسی سورت یا پورے کلام کو سانس لئے بغیر نہیں پڑھ سکتا، لامحالہ بغرض استراحت سانس لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لہٰذا ایسی جگہ وقف کرنا چاہئے جہاں معنی میں کسی قسم کا تغیر اور فساد یا معنی مراد کے خلاف وہم نہ پیدا ہو، نیز فصاحت و بلاغت، اعجاز اور حسن تلاوت میں بھی فرق نہ آئے، جس طرح کے مسافر اثناء سفر میں بغرضِ استراحت کسی ایسی ہی جگہ ٹھہرتا ہے جہاں آرام وسکون میسر ہو کوئی سرسبز وشاداب مقام ہو، جہاں کنواں یا چشمہ ہو سکون کے لئے سایہ دار درخت ہو وغیرہ وغیرہ۔

انواعِ وقف میں علماء کی آراء

علماء کی آراء انواعِ وقف سے متعلق بکثرت ہیں۔

اس لئے کہ ایک تفسیر اور ایک قراءت اور ایک اعراب ومعنیٰ کے اعتبار سے اگر کسی محل اور جگہ پر وقف تام ہے تو دوسری تفسیر وقراءت کے اعتبار سے اس محل وموقع پر غیر تام ہے۔ تفصیلات مع امثلہ آگے آرہی ہیں ایسا فہم ومعانی اور اس کی تاویل وتفسیر کے اعتبار سے ہوتا ہے، اسی بناء پر قرآن کریم کے مراتب وقف کی اصطلاحات میں اختلاف رونما ہوئے اور یہ غلط بھی نہیں ہے، اصطلاحات میں کوئی مناقشہ بھی نہیں ہوتا، یہ اختلاف حسن اور احسن اور ممنوع کا اللہ تعالیٰ کے کلام کو زیادہ سے زیادہ سمجھنے کی حرص اور ادائے تلاوت کو بہتر سے بہتر انداز میں انجام دینے سے ہوا ہے۔

(۱) چنانچہ ابن الانباریؒ وقف کی تین قسمیں بیان فرماتے ہیں:

"اعلم ان الوقف علی ثلاثة اوجه وقف تام، و وقف حسن لیس بتام، و وقف قبیح لیس بحسن ولا تام." (ایضاح الوقف والابتداء، ج۱، ص:۱۴۹)

(۲) علامہ دانیؒ وقف کی چار قسمیں بیان فرماتے ہیں:

(۱) تام مختار (۲) کافی (۳) جائز (۳) صالح (یا حسن) مفہوم اور قبیح (۴) متروک۔
(المکتفی، ص:۱۳۸)

اس تقسیم کو "عِنْدِیْ اَعْدَلُ" فرماتے ہیں۔ (ایضاً ص:۱۳۹)

یعنی میرے نزدیک یہی بہتر ہے۔

علامہ سخاویؒ جمال القراء میں تقریباً یہی فرماتے ہیں۔ (ج۱، ص:۵۶۳)

(۳) علامہ ابن طیفور السجاوندیؒ وقف کے پانچ مراتب قرار دیتے ہیں:

وقف لازم، وقف مطلق، وقف جائز، وقف مجوز لوجہ، وقف مرخص ضرورۃً۔

(۴) شیخ الاسلام الانصاریؒ کی بیان کردہ اقسام آٹھ ہیں:

سب سے اعلیٰ (۱) تام ہے پھر (۲) حسن (۳) پھر کافی (۴) پھر صالح (۵) پھر مفہوم

(٦) پھر جائز (٧) پھر بیان (٨) پھر قبیح۔ (المقصد لتلخیص المرشد،ص:٦)

(۵) بعض علماء کا قول ہے کہ وقف کی دو قسمیں ہیں: (۱) وقف تام (٦) وقف قبیح

(٦) بعض کا قول ہے کہ وقف کی آٹھ قسمیں یہ ہیں:

تام، تام کے مشابہ، ناقص، ناقص کے مشابہ، حسن، حسن کے مشابہ، قبیح، قبیح کے مشابہ۔

(جمال القراء، ج۲،ص:۵۵۲، البرہان ج۱،ص:۳۵۴، اتقان ج۱،ص:۸۵)

(٧) بعض دوسرے حضرات نے آٹھ قسمیں اس طرح کی ہیں:

کامل، تام، کافی، صالح، مفہوم، جائز، ناقص، متجاذب۔ (تنبیہ الغافلین،ص:۱۲۳)

(٨) عبدالفتاح سید المرصفی وقف کی تین اقسام اولاً اس طرح کرتے ہیں:

اختیاری، اختباری، اضطراری، پھر وقف اختیاری کی چار اقسام قرار دیتے ہیں: تام، کافی، حسن، قبیح۔

(۹) لیکن محقق ابن الجزریؒ علامہ دانیؒ کی تقسیم کو پسند فرماتے ہیں۔ (التمہید،ص:۱٦۵)

ائمہ قراءت کے اصول

ائمۂ قراءت کے اصول اور مذاہب وقف وابتداء کے بارے میں یہ ہیں:

امام نافع مدنیؒ اور امام ابن عامر شامی حُسنِ وقف اور حُسنِ ابتداء دونوں کی رعایت کرتے تھے، یعنی وقف ایسی جگہ ہو کہ ماقبل کو مابعد سے تعلق نہ ہو، اسی طرح ابتداء بھی ایسی ہی جگہ سے کی جائے۔ ابن کثیر مکیؒ مطلقاً آیات پر وقف پسند کرتے تھے، چنانچہ امام ابوالفضل رازیؒ فرماتے ہیں کہ امام موصوف ان تین مقامات ”وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ“ (سورہ آل عمران) ”وَمَا يُشْعِرُكُمْ“ (سورۂ انعام) اور ”اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ“ (سورۂ نحل) کے علاوہ درمیان آیت میں کہیں بھی وقف نہیں کرتے تھے۔

ابوعمرو بصریؒ کے بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) آیات پر وقف کو پسند فرماتے تھے۔

(۲) ابوالفضل رازی سے منقول ہے کہ حسن ابتداء کو پسند فرماتے تھے۔

(۳) ابوالفضل رازی سے منقول ہے کہ حسن وقف کو پسند فرماتے تھے۔

امام عاصمؒ کوفی کے بارے میں دو قول ہیں:

(۱) حسنِ ابتداء (۲) حسن وقف دونوں اقوال جمع کرنے سے عمدہ صورت یہ ہوتی ہے کہ یہ حسنِ وقف اور حسنِ ابتداء دونوں پسند فرماتے تھے یعنی وقف بھی کلام تام پر ہو اور ابتداء بھی کلامِ تام سے ہو۔

امام حمزہ کوفیؒ اس مقام پر وقف کرتے تھے جہاں سانس لینے کی ضرورت ہوتی، کیوں کہ وہ وہ قراءت میں ترتیل وتحقیق اور مد طویل کو پسند کرتے تھے اس لئے کہ کسی کلمہ تام پر یا کلمہ کافی تک سانس کی رسائی آسان نہیں، نیز یہ کہ امام موصوف کے نزدیک پورا قرآن ایک سورۃ کے حکم میں ہے چنانچہ وصل سورۃ بالسورۃ کو ترجیح دیتے تھے۔

امام کسائی کوفیؒ کلام تام پر وقف کرتے تھے۔ (نشر: ۱/۲۳۸)

قاری کے حال اور ضرورت کے اعتبار سے وقف کی چار قسمیں ہیں:

(۱) اختیاری (۲) اضطراری (۳) اختباری (۴) انتظاری

اگر قطع دم کسی عذر کے بغیر بالقصد ہو مثلاً استراحت وغیرہ کی وجہ سے وقف ہو نیز مفہوم کے اعتبار سے کلام پورا ہو اور مخاطب کو دوسرے کلام کا انتظار نہ رہے تو اس کو وقف اختیاری کہتے ہیں اور اگر بلا قصد مثلاً ضیق نفس یا کھانسی یا بھول جانے کی وجہ سے وقف ہو تو اس کو اضطراری کہتے ہیں۔ وقفِ اضطراری رسم کی اتباع کی شرط کے ساتھ ہر جگہ ہو سکتا ہے، لیکن اگر کلمہ غیر تام پر ہوگا تو ماقبل سے اعادہ ضروری ہے اور اگر قطع دم بالقصد کے ساتھ تعلیم یا امتحان بھی مقصود ہو یعنی کیفیت یا محلِ وقف معلوم کرنے کی غرض سے وقف کیا جا رہا ہو تو اس کو وقف اختباری کہتے ہیں

اور اگر اختلافِ قراءت و وجوہ پورا کرنے کی غرض سے وقف ہو تو اس کو وقف انتظاری کہتے ہیں یہ وقف اختلافِ قراءت ادا کرنے پر موقوف ہے۔

● ● ●

موضوع سے متعلق تصانیف کا سرسری جائزہ

زیرنظر موضوع ''الوقف والابتداء'' سے متعلق

مشہور تالیفات وتصانیف کا ایک سرسری جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱- کتاب المقطوع والموصول- عبداللہ بن عامر الیحصبی م ۱۱۸ھ (قراء سبعہ میں سے ایک)

۲- کتاب الوقف والابتداء- ضرار بن صرد المقری الکوفی م ۱۲۹ھ

۳- کتاب الوقوف- شیبہ ابن نصاح المدنی الکوفی م ۱۳۰ھ

۴- الوقف والابتداء- زبان ابن عمار بن العریان بن العلاء المازنی (ابوعمرو ابن العلاء) م ۱۵۴ھ (قراء سبعہ میں سے ایک)

۵- الوقف والابتداء- حمزہ ابن حبیب بن عمارۃ الزیات الکوفی (قراء سبعہ میں سے ایک) م ۱۵۶

۶- وقف التمام- نافع ابن عبدالرحمٰن ابن ابی نعیم المدنی (قراء سبعہ میں سے ایک) م ۱۶۹ھ

۷- الوقف والابتداء- محمد ابن ابی سارہ الکوفی الرواسی (لکبر راسہ) م ۱۷۰ھ

۸- الوقف والابتداء- ایضاً

۹- الوقف والابتداء- علی بن حمزہ بن عبداللہ الاسدی الکوفی الکسائی (قراء سبعہ میں سے ایک) م ۱۸۹ھ

۱۰- الوقف والابتداء- یحیٰی بن المبارک بن المغیرہ العدوی الیزیدی البصری م ۲۰۲ھ۔

۱۱- وقف التمام- یعقوب بن اسحاق بن زید بن عبداللہ الحضرمی البصری (قراء عشرہ میں سے ایک) م ۲۰۵ھ۔

۱۲- الوقف والابتداء- یحیٰی بن زیاد بن عبداللہ بن المنظور المعروف بالفراء اللغوی م ۲۰۷ھ

۱۳- الوقف والابتداء- ابوعبیدہ معمر بن المثنی البصریؒ الادیب م ۲۱۰ھ

۱۴- وقف التمام- ابوالحسن سعید بن مسعدہ الاخفش النحوی البصری م ۲۱۵ھ

۱۵- وقف التمام عیسیٰ- بن میناء، قالون المدنی المقری م ۲۲۰ھ

۱۶- الوقف والابتداء- خلف بن ہشام البزار الاسدی (قراء عشرہ میں سے ایک) م ۲۲۹

۱۷- الوقف والابتداء- احمد بن سعدان الضریر المقری الکوفی م ۲۳۱ھ

۱۸- وقف التمام- روح بن عبدالمومن الہذلی المقری م ۲۳۴ھ

۱۹-الوقف والابتداء-عبداللہ بن یحییٰ بن المبارک الیزیدی م ۲۳۷ھ

۲۰-الوقف والابتداء-ابوعمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہبان الازدی الدوری المقری م ۲۴۰

۲۱-وقف التمام-ابوالمنذر نصیر بن یوسف بن ابی نصر الرازی البغدادی، م حدودِ ۲۴۰ھ

۲۲-الوقف والابتداء-ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیرالسلمی المقری المحدث الخطیب الدمشقی م ۲۴۵ھ

۲۳-المقاطع والمبادی-ابوحاتم سہل بن محمد عثمان السجستانی اللغوی البصری م ۲۴۸

۲۴-الوقف-ابوالعباس فضل بن محمد الانصاری م تیسری صدی ہجری کے نصفِ ثانی میں۔

۲۵-الوقف والابتداء-ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ بن ابراہیم المقری اللغوی، م ۲۵۳ھ

۲۶-الوقف والابتداء ابن ابی الدنیا عبداللہ بن محمد بن عبید م ۲۸۱ھ

۲۷-الوقف والابتداء-ابوحنیفہ احمد بن ابی داؤد الدینوری المفسر المورخ م ۲۸۲ھ

۲۸-الوقف والابتداء-ابوبکر محمد بن عثمان بن مسبح الشیبانی البغدادی م ۲۸۸ھ

۲۹-الوقف والابتداء-ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن یزید الشیبانی المقلب بثعلب امام الکوفیین فی النحو واللغۃ م ۲۹۱ھ

۳۰-الوقف والابتداء-ابوسلیمان، سلیمان بن یحییٰ بن ایوب الضبی المقری م ۲۹۱ھ

۳۱-الوقف والابتداء-ابوالحسن محمد بن احمد بن محمد کیسان النحوی اللغوی م ۲۹۹ھ

۳۲-الوقف والابتداء-ابواسحاق ابراہیم بن السری بن سہیل الزجاج المفسر النحوی اللغوی م ۳۱۱ھ

۳۳-الایضاح فی الوقف والابتداء-ابوبکر محمد بن القاسم بن بشار الانباری النحوی الادیب م ۳۲۸ھ

۳۴-الوقف والابتداء-ابوبکر بن مجاہد بن موسیٰ بن العباس (کبیر العلماء بالقراءات و اول من سبعہا) م ۳۲۴ھ

۳۵-الوقف والابتداء-ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عباد المکی المقری النحوی م ۳۲۴ھ

۳۶-القطع والائتناف-ابوجعفر احمد محمد بن اسماعیل المعروف بہ ابن النحاس النحوی المصری م ۳۳۸ھ

۳۷-الوقف والابتداء-ابوعبداللہ احمد محمد بن اوس المقری، م حدود ۳۴۱ھ میں۔

۳۸-کتاب الوقوف-ابوبکر احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ البغدادی المعروف بوکیع، م ۳۵۰ھ

۳۹-الوقف والابتداء-ابوبکر محمد بن الحسن بن یعقوب بن الحسن بن مقسم العطار المقری

البغدادی م ۳۵۴ھ

۴۰-الوقف والابتداء-ابوسعید حسن بن عبداللہ بن المرزبان السیرافی النحوی م ۳۶۸ھ

۴۱-الوقف والابتداء-ابوبکر احمد بن الحسین بن مہران النیسا پوری م ۳۸۱ھ

۴۲-الوقف والابتداء-ابوالفتح عثمان بن جنی الموصلی م ۳۹۲ھ

۴۳-وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القرآن-ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ البریلی الاندلسی م ۴۰۰ھ

۴۴-الابانۃ فی الوقف والابتداء-ابوالفضل محمد بن جعفر بن عبدالکریم الخزاعی الجرجانی م ۴۰۸ھ

۴۵-الہدایہ فی الوقف-مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۴۶-الوقف (قصیدۂ رائیہ)-مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۴۷-الوقف علی کَلَّا و بلیٰ و نعم-مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۴۸-الہدایہ فی الوقف علی کَلَّا-مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۴۹-شرح التمام والوقف-مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۵۰-شرح اختلاف العلماء فی الوقف علی قولہ تعالیٰ "یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّہٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِہٖ" مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۵۱-منع الوقف-علی قولہ تعالیٰ: اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۵۲-شرح منع الوقف-علی قولہ تعالیٰ "وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ" مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۵۳-الوقف التام-مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی امام الاندلس م ۴۳۷ھ

۵۴-االابتداء فی الوقف والابتداء-ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی الاندلسی م ۴۴۴ھ

۵۵-المکتفی فی الوقف والابتداء-ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی الاندلسی م ۴۴۴ھ

۵۶-الوقف علی کَلَّا و بَلیٰ ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی الاندلسی م ۴۴۴ھ

۵۷-جامع الوقوف-ابوالفضل عبدالرحمٰن بن احمد بن الحسن الرازی العجلی الامام المقری م ۴۵۴ھ

۵۸-"المرشد فی معنی الوقف التام والحسن والکافی والصالح والجائز والمفہوم و بیان تہذیب

القراءات وتحقیقہا وعللہا'' ابو محمد الحسن بن علی بن سعید العمانیؒ نزیل مصری پانچویں صدی کے ذرا بعد۔

۵۹- المغنی فی معرفۃ وقوف القرآن ابو محمد الحسن بن علی...... العمانی المذکور۔

۶۰- الوقف والابتداء- ابو الحسن علی بن احمد بن الحسن الغزالی النیشاپوری م ۵۱۶ھ

۶۱- الابانۃ فی الوقف والابتداء- ابوالفضل الخزاعی المقری ۵۲۰ھ تک حیات

۶۲- الوقف والابتداء- ابو محمد عمرو بن عبدالعزیز بن مازہ الحنفی الفقیہ الاصولی البخاری شہید م ۵۳۶ھ

۶۳- نظام الاداء فی الوقف والابتداء- ابو الفتح عبدالعزیز بن علی بن محمد بن سلمہ المعروف بابن الطحان البسماتی الاندلسی م ۵۶۰ھ

۶۴- الایضاح فی الوقف والابتداء- المعروف بہ علل الوقف للسجاوندی م ۵۶۰ھ

۶۵- وقوف القرآن- للسجاوندی المذکور۔

۶۶- بیان الوقوف اللوازم للسجاوندی المذکور۔

۶۷- الہادی الی معرفۃ المقاطع والمبادی- ابوالعلاء حسن بن احمد حسن الہمذانی امام العراقین م ۵۶۹ھ

۶۸- الاہتداء فی الوقف والابتداء- موفق الدین عیسیٰ بن عبدالعزیز التمیمی الاسکندری المالکی المقری م ۶۲۹ھ

۶۹- علم الاہتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء- علم الدین ابوالحسن علی بن محمد السخاوی م ۶۴۳ھ

۷۰- کتاب الوقف- احمد بن یوسف الکواشی م ۶۸۰ھ

۷۱- التنبیہات علی معرفۃ ما یخفی من الوقوفات- عبدالسلام بن علی بن سید الناس الزواوی المالکی المقری الفیقہ م ۶۸۱ھ

۷۲- الاقتضاء- یا الاقتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء- ابو محمد معین الدین عبداللہ بن محمد بن جمال الدین- ابن ابی حفص النکزاوی م ۶۸۳ھ

۷۳- وصف الابتداء فی الوقف والابتداء- ابو محمد ابراہیم بن عمر بن ابراہیم الربعی الجعبری المحقق المصنف م ۷۳۲ھ

۷۴- علم الاہتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء- امام علم الدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالصمد

السخاوی م۶۴۳ھ

۷۵-علم الاہتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء-ابوعبداللہ محمد بن محمد بن علی بن ہمام المعروف بان الامام م۷۴۵ھ

۷۶-کتاب وقوف القرآن-شمس الدین محمد بن محمود سمرقندی م۷۸۰ھ

۷۷-تحفۃ الانام فی الوقف علی الہمز لحمزۃ وہشام-ابن القاصح العذری م۸۰۱ھ

۷۸-الاہتداء الی معرفۃ الوقف والابتداء-محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الشہیر بابن الجزری م۸۳۳ھ

۷۹-رسالہ فی الوقف علی الہمز لحمزۃ وہشام-محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الشہیر بابن الجزری م۸۳۳

۸۰-تعلیق علی وصف الاہتداء...... للجعبری-محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الشہیر بابن الجزری م۸۳۳ھ

۸۱-اوقاف القرآن-حسن بن محمد بن الحسن القمی النظام نیشاپوری م۸۵۰ھ

۸۲-لحظۃ الطرف فی معرفۃ الوقف-ابراہیم بن موسیٰ بن برہان الدین الکرکی الشافعی المقری م۸۵۳ھ

۸۳-الاسعاف فی معرفۃ القطع والائتناف-ابراہیم بن موسیٰ بن برہان الدین الکرکی الشافعی المقری م۸۵۳ھ

۸۴-کتاب الآلہ فی معرفۃ الوقف والامالۃ-ابراہیم بن موسیٰ بن برہان الدین الکرکی الشافعی المقری م۸۵۳ھ

۸۵-المقصد لتلخیص مافی المرشد-شیخ الاسلام زکریا الانصاری م۹۲۶ھ

۸۶-تحفۃ العرفان فی بیان اوقاف القرآن-ابوالخیر احمد بن مصطفیٰ عصام الدین طاش کبریٰ زادہ م۹۶۸ھ

۸۷-تحفہ من ارادالاہتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء-حسین الجوہری

۸۸-تحفۃ من اراد الاہتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء-احمد بن عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم الاشمونی الفقیہ المقری گیارہویں صدی کی عظیم شخصیت۔

۸۹-اوائل الندیٰ المختصر من منار الہدیٰ-عبداللہ بن مسعود المصری الفاسی المالکی بارہویں صدی کی شخصیت۔

۹۰-کنوز الطاف البرہان فی رموز اوقاف القرآن-محمد صادق الہندی م ۱۲۹۰ھ تک حیات۔

۹۱-معالم الاہتداء الی معرفۃ الوقف والابتداء-محمود خلیل الحصری م ۱۴۰۱ھ

۹۲-الوقف والابتداء عند النحاۃ والقراء-خدیجہ احمد مفتی

اسی کے ساتھ علماءِ فن نے علوم القرآن کے مباحث کے تحت ضمناً علم وقف کو بیان کیا ہے جیسے مکی بن ابی طالبؒ نے ''التبصرہ'' میں، علامہ دانی نے ''التیسیر'' میں، السخاویؒ نے ''جمال القراء'' میں، امام نوویؒ نے ''التبیان فی آداب القرآن'' میں، سیوطیؒ نے ''الاتقان'' میں، شہاب الدین قسطلانیؒ نے ''لطائف الاشارات'' میں، احمد الدمیاطی نے ''اتحاف فضلاء البشر'' میں، ابوالحسن الصفاقسیؒ نے ''تنبیہ الغافلین'' میں، عبدالفتاح المرصفیؒ نے ''ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری'' میں، ابوعاصم عبدالعزیز القاریؒ نے ''قواعد التجوید'' میں، شیخ عطیہ قابل نصر نے ''غایۃ المرید فی علم التجوید'' میں وغیرہ وغیرہ۔

اردو زبان میں تجوید وقراءت پر لکھی گئی کتابوں میں بھی ضمناً علم وقف سے تعرض کیا گیا۔ نیز عربی کے علاوہ فارسی اور اردو زبانوں میں بھی مستقلاً اس علم پر کتابیں لکھی گئیں جیسے ''تفہیم الوقوف'' از قاری محمد اسماعیل امرتسری اور ''معلم الاداء فی الوقف والابتداء'' از تقی الاسلام دہلوی اور ایک مختصر لیکن نہایت جامع کتاب ''جامع الوقف'' اور ''معرفۃ الوقوف'' یہ دونوں کتابیں حضرت الشیخ المقری محب الدین احمد الٰہ آبادیؒ (م ۱۴۰۲ھ) کی ہیں علاوہ ازیں اور بہت سی کتابیں جن کا علم نہیں ہوسکا۔

جامع الوقف کی ایک شرح ''توضیح الوقف'' المقری محمد صدیق صاحب سانسرودی مدظلہ لکھی، یہ شرح اردو دانوں پر ایک احسان ہے۔ وقف سے متعلق شائقین اس کتاب کو ضرور مطالعہ میں رکھیں، اس مشورہ کی قدر کتاب دیکھنے کے بعد ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے علوم قرآنی، خاص طور پر تجوید وقراءت وقوف ورسم وغیرہ کے خدام کی تدریسی وتصنیفی خدمات کو قبول فرمائے، اپنی شان کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائے، جو حیات ہیں ان کی حیات میں صحت وعافیت کے ساتھ برکت عطا فرمائے، ان کے علوم وتصانیف سے بیش از بیش مستفید فرمائے، آمین! بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و ائمۃ دینہ و خدام قرآنہ اجمعین.

قرآن مجید
کے مختلف اوقاف کا مسئلہ

یعنی

ردّ الطغیان
فی اوقاف القرآن

از

فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

قرآن مجید کے مختلف اوقاف کا مسئلہ

(یعنی ردّ الطُّغیان فی اوقاف القرآن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: مَا قَوْلُكُمْ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ: قرآن شریف مطبوعہ ہند میں اکثر مقامات پر علاماتِ وقف جیسے ج۔ ط۔ ص۔ ز۔ صلے۔ سکتہ۔ صل۔ وقف لازم۔ وقف غفران۔ وقف النبی۔ وقف جبرئیل وقف منزل ۝ لا ۝ ط ۝ ج ۝ ص ۝ صلے وغیرہ ہیں، ان علامات پر حسبِ قراءتِ حفاظ ہند وقف کرنا حدیث صحیح متصل السند مرفوع سے ثابت ہے یا نہیں اور قراءتِ نبی ﷺ میں کہاں کہاں وقف ہوتا تھا؟

جواب: وَاللّٰه الموفق للصّواب. امابعد! خير الحديث كتاب الله و خير الهدى هدىُ محمد صلى الله عليه وسلم، شرُّ الامورِ محدثاتُها و كُلُّ بدعةٍ ضلالةٌ. روه مسلم والنسائی، و زادَ و كلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّار.

خطبہ کا ترجمہ:

بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضرت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور برے امور اس کے نئے پیدا شدہ ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے، اس کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے اور یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

وقف کرنا علاماتِ مذکورہ پر بدعت ہے اور مرتکب بدعت کا آگ میں داخل ہوگا اور محدّث ان علامات کا ابوطیفور خراسانی سجاوندی ہے (وفات حسبِ تصریح الصفدی (م۷۶۴ھ) مصنف کی وفات ۵۶۰ھ ہے) اس نے دو کتابیں اس بارہ میں تالیف کی ہیں، ایک مدلل، کہ اس میں دلائل حسبِ قواعد عربیت وقیاس ذکر کیے ہیں اور دوسری ملخص اس میں مدلل غیر مدلل کسی ایک میں

حدیث کا ذکر نہیں۔(۱)

تو جاننا چاہئے کہ وقف سنت وہی ہے کہ نبی ﷺ سے ثابت ہو اور ان سے سوائے آیت کے کہیں وقف ثابت نہیں۔

عن اُمّ سلمةَ انها ذکرت او کلمها غیرُها فقالت قراء ة رسول الله ﷺ، بسم اللّٰه الرحمن الرحیم الحمد للّٰه رب العالمین، الرحمن الرحیم، مٰلك یوم الدین یقطع قراء ة ایة ایة و فی روایة قرأت الفاتحة کلها و قطعها ایة ایة الٰی آخره. رواه احمد، وابوداؤد والترمذی وابن خُزیمة والحاکم والدّار قطنی وغیرهم کما فی الاتقان.

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے خود بیان کیا یا کسی غیر نے ان سے ذکر کیا تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی قراءت ایسی تھی: **بسم الله الرحمن الرحیم. الحمد لله رب العلمین. الرحمن الرحیم. مٰلك یوم الدین.** کہ ہر آیت کی قراء کو جدا جدا فرماتے رہے۔ اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن خزیمہ، حاکم، دارقطنی وغیرہم نے روایت کیا ہے جیسا کہ اتقان میں ہے۔ (اتقان النوع الثامن والعشر ون فی معرفۃ الوقف والابتداء، ص: ۸۳، تنبیہات، ساتویں تنبیہ، ص ۸۷)

پس معلوم ہوا کہ درمیان آیت کے وقف کرنا بدعت ہے جیسا کہ حدیث ام سلمہؓ سے ثابت ہوا کہ قراءت رسول اللہ ﷺ: **بسم اللّٰه الرحمن الرحیم. الحمد لله رب العلمین. الرحمن الرحیم. مٰلك یوم الدین الخ** تھی یعنی قطع فرماتے۔ آپ قراء اپنی کو آیت آیت

---

(۱) مذکورہ پہلی کتاب ”علل الوقوف“ ہے جو مفصل ہے، ۳ جلدوں میں مطبوعہ ہے، جلد اول کی ضخامت سورۃ البقرہ سے ختم قرآن سورۃ الناس تک ۱۱۸۳ صفحات ہیں، اس کے بعد مختلف فہارس ہیں جو ۳۳ صفحات پر ہیں، اس طرح اس کتاب کی تینوں جلدوں کے کل صفحات ۱۲۱۸ ہیں۔

دوسری کتاب ”کتاب الوقف والابتداء“ ہے، یہ بڑے سائز کے ۵۱۹ صفحات پر ہے، پھر حسب دستور مختلف فہارس میں جس کا سلسلہ ۵۵۲ تک یعنی پوری کتاب کے ۵۵۲ صفحات ہیں۔ اس دوسری مختصر کتاب کے بارے میں مجیب کا یہ کہنا ہے کہ حدیث کا ذکر نہیں، یہ صحیح نہیں ہے، اس دوسری کتاب میں ۱۱۳ احادیث مذکور ہیں: (۱) حضرت ابن عباسؓ سے جو ص ۱۱۲ پر ہے (۲) ص ۶۱ پر اور (۳) ص ۵۰۲ پر۔

(اپنی قراءت کو آیت آیت پر) مگر وقف اضطراری میں کہ جب سانس رک جائے اور آگے چلنے کی طاقت نہ رہے تو درست ہے کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا)

حَرَّرَهٗ راجی الی رحمة الله العٰلمین. ابوالبرکات محمد عفا عنہ اللہ الصمد، حفیظ الدین

وقف علاماتِ مذکورہ پر کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے، حدیث صحیح سے صرف آیات پر وقف ثابت ہے۔ کتبہ محمد بشیر

الجواب صحیح والمجیب نجیح، سنت نبویہ سے اور عمل صحابہؓ سے اور نیز تابعین سے وقف ثابت ہے، صرف آیات پر۔ پس سوا آیت کے وقف کرنا بدعت ہوگا۔ چنانچہ اسی کی تحقیق بخوبی رسالہ ازالہ، وتحفۃ القراء میں ہوگئی۔ حررہ الحافظ عبداللہ پشاوری۔

یہ علامات مذکور اور ان پر وقف کرنا قرونِ صحابہؓ میں اور کسی حدیث صحیح میں ثابت نہیں، صرف آیتوں پر وقف کرنا ثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہٗ سلامت اللہ عفی عنہ۔

الجواب صحیح سید محمد نذیر حسین۔ جواب ہٰذا حسب قواعد نبویہ صحیح ہے، حسبنا اللہ، بس اللہ حفیظ۔

الجواب صحیح: سید محمد عبدالسلام۔

بے شک آیات پر وقف کرنا سنتِ نبویہ ہے، خلاف اس کے ثابت نہیں۔ کتبہ محمد صدیق، ابو یعقوب انصاری۔

سائل کے سوال کا یہاں تک جواب ہے، مجیب حضرات کے اسماء درج ہوئے۔

یہ سوال اور جواب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پاس بھیجا گیا، حضرت گنگوہی کا آگے جواب درج کیا جا رہا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی جوابی تحریر مع تبصرہ

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلّماً، امابعد!

اس مجیب اور مصدقین (جن کے اسماء مذکور ہوئے) نے نہایت کم فہمی اور غایت جور علی الائمہ کو کام فرمایا (یعنی ائمہ علم وفن پر حد درجہ ظلم سے کام لیا)

سنو، کہ روایات، قراءت قرآن شریف، متواتر ومشہور وشاذ سب کی سب معتبر تمام امت کے نزدیک ہیں، کسی عالم حقانی اور مجتہد کو انکار نہیں کہ سب کا استناد بسند صحیح فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہوتا ہے اور کوئی قراءت نہ ان میں سے بدعت ہے نہ مخترع، اگرچہ اختلاف الفاظ کا ہو یا حرکات سکنات کا یا طرزِ اداءِ قراءت کا یا کچھ اور اگر ان میں سے ایک شخص نے ایک رائے اور ایک طرز کو اپنے استاذوں سے سیکھا ہے تو وہ دوسری روایت وقراءت پر کچھ اعتراض نہیں کرتا، مثلاً سورۂ فاتحہ میں مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (بغیر الف بعد المیم جو امام عاصم اور امام کسائی کے ماسوا کی قراءت ہے) اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (بالالف بعد المیم یہ قراءت امام عاصم وکسائی کی ہے) دو قراءت ہیں اور دونوں متواتر، مگر مٰلِكِ بالالف پڑھنے والا مَلِكِ بغیر الف پڑھنے والے پر اور مَلِكِ پڑھنے والے پر اعتراض نہیں کرتا اور اس کو خاطی نہیں جانتا۔

ایسا ہی وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى. (بقرہ:۱۲۵) میں ماسوائے نافع، شامی، بکسرِ خاء بصیغۂ امر (استقلالاً حکم دیا گیا ہے) دوسرے (بقیہ قراء) بفتح خاء بصیغۂ ماضی (برائے خبریت نیز ماقبل کہ لفظِ وَ اِذْ جَعَلْنَا پر معطوف ہے) مگر یہ اُس پر اعتراض نہیں کرتا اور نہ وہ اس پر، بلکہ ہر ایک دونوں کو حق اور صحیح جانتا ہے، ثابت بالتواتر۔

علیٰ ھٰذا — وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى اس میں قراء سبعہ (وعشرہ) ''وَمَا خَلَقَ'' پڑھتے تھے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''وَالذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى'' پڑھتے تھے اور ''مَا خَلَقَ'' نہیں پڑھتے تھے کہ ہم نے حضرت ﷺ کی زبان سے یہ لفظ یہاں نہیں سنا مگر ''مَا خَلَقَ'' پڑھنے والوں پر بھی انکار نہیں کرتے تھے، علیٰ ہذا۔ دیگر امور میں کہ ان میں اختلاف ہے، ہر شخص جس طرح اس نے اپنے

استاذوں سے سنا، پڑھتا ہے مگر دوسروں پر اعتراض نہیں کرتا کیوں کہ سب کے بارے میں سند متصل الیٰ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے اور یہ قراء سبعہ (وعشرہ) زمانہ مشہود لہا بالخیر میں ہیں اور مقبولِ عام امت ہیں، تابعی ہوں یا تبع تابعین ہوں اور روایت ان کی صحابہ کرام اور تابعین سے ہے۔

پس ایسی حالتِ اختلاف میں ایک کو سنت اور ایک کو بدعت کہنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ معاذ اللہ! اسی طریق پر حال اوقاف کا ہے کہ یہ قراءِ سبعہ معتبرہ اپنے اپنے اساتذہ سے جیسا انہوں نے سنا ہے ویسا ہی پڑھتے ہیں اور ان کے بعد ان کے شاگرد ویسا ہی ادا کرتے چلے آئے تو تقرر اوقاف کا ان طبقات میں ہو چکا ہے۔ نہ سجاوندی نے وضع کیا نہ کسی دوسرے نے البتہ ان کا تسمیہ (اس کا نام رکھنا) اصطلاحاً کہ یہ وقف لازم ہے (جس کی علامت مـ ہے) یہ ط ہے (یہ وقف مطلق کی علامت ہے) یہ (علامات اور نشانیاں) پیچھے ہوا ہے، سو اس طرز سے قراءت میں کچھ تفاوت نہیں اور تسمیہ (سے) اوقاف میں کچھ حرج لازم نہیں آتا اور جیسا کہ حضرت ﷺ کا پڑھنا کمی زیادتی کلمات یا تغیر تبدل حرکات سکنات میں یا تمدید (درازی) صوت میں مختلف طرح سے ثابت ہوا ہے۔ ایسے ہی اوقاف کا حال ہے کہ آپ کا فقط ایک طرز وقف کا ہو، یہ ہرگز ثابت نہیں۔ اسی لئے یہ قراءِ سبعہ معتبرہ مثلاً وقف میں اختلاف رکھتے ہیں۔ نافع مدنیؒ جہاں بلحاظِ معنی ٹھہرنا مناسب ہو وہاں ٹھہرتے ہیں اور آیت کی کچھ رعایت نہیں کرتے ہو یا نہ ہو۔ صرف لحاظ معنی کا کرتے ہیں اور ابن کثیر مکیؒ وحمزہ کوفیؒ جہاں سانس ٹوٹ جائے وہاں وقف کرتے ہیں اگرچہ بیچ میں آیت آجائے اور عاصم کوفیؒ اور کسائی کوفیؒ جہاں کلام ختم ہو (پورا ہو رہا ہو) وہاں ٹھہرتے ہیں اگرچہ آیت اس جگہ پر ہو یا نہ ہو اور ابو عمرو بصریؒ آیت پر وقف کرتے ہیں اور یہ سب اپنی وضع کو معمول بہ اور مستحسن جانتے ہیں اور دوسرے کی رائے یا مذہب پر اعتراض یا طعن بدعت کا نہیں کرتے کیوں کہ سب کے پاس حجتِ شرعیہ موجود ہے۔

الحاصل ان طبقات میں سب قراء اور ائمۂ اعلام اس بات پر اجماع اور اتفاق رکھتے تھے کہ آیت اور غیر آیت پر دونوں جگہ وقف جائز ہے اور کسی ایک نے بھی اس وقت میں اس کے خلاف نہیں کیا، پس بحکم قولِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام "لَا تَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلٰلَةِ" یعنی میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہوگی، یہ امر جائز ہو گیا، قال اللہ تعالیٰ: "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَ سَاءَ تْ مَصِیْرًا. (نساء:۱۱۵)

یعنی اور جس شخص نے ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی نافرمانی کی اور مومنوں کی راہ کے سوا راہ اختیار کی، ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھر گیا اور اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے، من بعد اگر کوئی فرق اجماع کرے تو وہ خاطی ہے۔

پس جیسا مجیب اور اس کے اَتباع نے اختیار کیا ہے یہ کسی اہل حق کا مذہب نہیں ہے اور گویا مجیب نے تمام اہل حق کو مبتدع ٹھہرایا، معاذ اللہ! اور یہ سب اسی ''اتقان'' سے جس سے مجیب اسناد و استدلال کرتا ہے واضح ہے۔ ہر اہلِ علم اس کو دیکھ سکتا ہے حالاں کہ اس کتاب میں ہرگز کسی طریقہ کو بدعت نہیں کہا بلکہ سب کو جائز اور متعارف لکھا ہے۔ (النوع التاسع عشر)

پس ہر اہلِ عقل و عدل سمجھ سکتا ہے کہ مجیب نے کس قدر جور کیا، سب کو مبتدع بنا چھوڑا۔

اور یہ حدیث حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی جو بہ سندِ صحیح متصل مروی ہے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے ایک اور روایت سے ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:

''حَدَّثَنَا اللَّیْثُ (ابن سعد) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بن اَبِی مُلَیْکَۃَ عَنْ یَعْلٰی بْنِ مُمَلَّكٍ اَنَّہٗ سَأَلَ اُمَّ سَلَمَۃَؓ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَ ۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ صَلٰوتِہٖ فَقَالَتْ مَالَكُمْ وَ صَلٰوۃٌ؟ وَ کَانَ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰی، ثُمَّ یُصَلِّیْ قَدْرَ مَا نَامَ، ثُمَّ یُصَلِّیْ قَدْرَ مَا نَامَ، ثُمَّ یَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰی حَتّٰی یُصْبِحَ ثُمَّ تَنْعَتْ قِرَاءَ تَہٗ فَاِذَا ھِیَ تَنْعَتْ قِرَاءَ ۃً مُفَسَّرَۃً حَرْفًا حَرْفًا.

ترجمہ: لیث ابن سعدؒ نے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی مُلیکۃ سے روایت کی ہے اور وہ یعلی بن مملّک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی ﷺ سے نبی ﷺ کی قراءت دریافت کی اور آپ کی نماز (صلوٰۃ اللیل یعنی تہجد کی نماز) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ تم اور آپ کی نماز پوچھ کر کیا کرو گے؟ وہ تو نماز پڑھ کر اتنی دیر سوتے تھے جتنی دیر کہ آپ نے نماز پڑھی اور پھر اتنی دیر نماز پڑھتے تھے جتنی دیر کہ سوئے، پھر اتنی دیر سوتے تھے جتنی دیر کہ نماز پڑھی، اسی طرح صبح فرما دیتے، پھر آپ کی قراءت کو بیان فرمایا کہ آپ قراءت حرفاً حرفاً مفسراً بیان

فرمایا۔“ (یعنی واضح طور پر صاف صاف) دیکھئے اس حدیث میں کوئی ذکر وقف علی الآیۃ کا نہیں ہے۔

اور دوسری روایت کہ جس میں وقف کا ذکر ہے جس کو دار قطنی نے اور ایک روایت ابوداؤد نے اور ایک روایت سے ترمذی نے نقل کیا ہے اس کی سند منقطع ہے۔ (جو ابن جُریج سے مروی ہے) اس طرح کہ عبداللہ بن ابی مُلیکہ کے بعد یعلی بن مملّک مذکور نہیں، لہٰذا وہ روایت منقطع ہوئی اور یہ جماعت اس زمانہ کی جو اپنے آپ کو محدّث (اہل حدیث) کہتے ہیں وہ حدیث مرسل منقطع کو حجت نہیں مانتے اور نہ اس پر عمل درست جانتے ہیں، تعجب ہے کہ اس حدیث منقطع پر کس طرح اعتماد کر کے تمام امت مقبولہ کو مبتدع بتایا، ان کو اپنے قاعدہ کے موافق لازم تھا کہ اس روایت (ابن جُریج) کی طرف التفات نہ کرتے۔ چنانچہ ترمذی نے اس میں (حسبِ دستور) کلام کیا ہے:

حَيْثُ قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ لَيث بن سعد عَنْ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلٰى بن مُملَّك عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ. وَقَدْ رَوٰى ابنُ جُرَيْجٌ هٰذَا الْحَدِيْثُ. عَنْ اِبْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْطَعُ قِرَاءَ تَهٗ، وَ حَدِيْثُ اللَّيْث اَصَحُّ اِنْتَهٰى، وَ فِيْهِ بَعْدَ يَسِيرٍ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حجرٍ نَا يَحْيى ابنُ سَعِيْدِ الْاَمَوِی عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ ابن اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سلمة قَالَتْ كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ قِرَاءَ يَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَقِفُ وَ كَانَ يَقْرَأُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَبِهٖ يَقْرَأُ اَبُوْعُبَيْدَةَ وَ يَخْتَارُهٗ وَلَاهٰكَذَا رَوٰى يَحْيى بن سَعِيْد الْاَمَوِی وَغَيْرُهٗ عَنْ ابن جُرَيْج عن ابن اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ امّ سَلْمَةَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ اللَّيْثَ بن سَعد رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ ابن ابی مُلَيْكَة عَنْ يَعْلٰى بن مُملَّك عَنْ اُمِّ سَلمَہ اِنَّمَا وَصَفَتْ قِرَاءَ ةَ النَّبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرْفًا حَرْفًا وَ حَدِيْث اللَّيْثِ اَصَحُّ وَلَيْسَ فِیْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَ كَانَ يَقْرَأُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ.

ترجمہ: چنانچہ کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، ہم اس کو نہیں جانتے مگر لیث ابن سعد کی حدیث سے جو ابن ابی مُلیکہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ یعلی ابن مملّک سے اور وہ ام سلمہؓ سے اور ابن جُریج

نے اس حدیث کو ابن ابی مُلیکہ سے روایت کیا ہے اور وہ ام سلمہؓ سے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو قراءت جدا جدا کرتے دیکھا ہے اور لیث (ابن سعد) کی حدیث صحیح ترین ہے اور اس میں تھوڑی دیر کے بعد ہے کہ ہم سے حدیث بیان کی علیّ بن حُجر نے کہ ہم کو خبر دی یحیی ابن سعید اموی نے ابن جُریج سے اور وہ ابن ابی مُلیکہ سے اور وہ ام سلمہؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ قراءت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے (اس طرح) کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہر جاتے تھے، پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھہر جاتے، پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے، یہ غریب ہے اور اسی کو ابوعبیدہ پڑھتے تھے اور پسند کرتے تھے اور اس طرح نہیں روایت کی یحیی ابن سعید اُموی وغیرہ نے ابن جُریج سے اور ابن ابی مُلیکہ سے اور ام سلمہؓ سے اور اس کی اسناد متصل نہیں ہے، اس لئے کہ لیث بن سعد نے اس حدیث کو ابن ابی مُلیکہ سے روایت کیا ہے اور وہ یعلی ابن مُملّک سے وہ ام سلمہؓ سے کہ انہوں نے نبی ﷺ کی قراءت کو حرفاً حرفاً (صاف صاف واضح) بیان کیا اور حدیث لیث اصح ترین ہے اور حدیث لیث میں یہ نہیں ہے کہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھتے تھے ــــ اسے دیکھو ترمذی نے کیسی منقطع بتا کر استدلال اس جماعت کا لغو ٹھہرا دیا۔

مگر ہم لوگ چوں کہ مرسل و منقطع ثقہ کو معتبر جانتے ہیں، ہم پر شرح اس حدیث کی ضروری ہے وہ یہ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قراءتِ رسول اللہ ﷺ کو جو بیان فرمایا تو یہ نہیں کہا کہ تمام قرآن میں آپ اسی طرح کرتے تھے اور خاص اس ایک طریقۂ قراءت اور وقف ہر آیت پر آپ کی قراءت کو حصر نہیں کیا تا کہ اس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے اس کے خلاف نہیں کیا، تو ہم کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے احیاناً ایسے ہی پڑھا ہے اور احیاناً دوسری طرح بھی پڑھا ہے جو کہ اجماعِ قرونِ ثلاثہ سے معلوم ہوا۔ اگر اس میں کوئی لفظ حصر کا ہوتا تو استدلال ہو سکتا تھا مگر چوں کہ اس میں کوئی لفظ حصر کا نہیں ہے تو ہرگز اس روایت سے تردید اس ایک طریقۂ قراءت کے خلاف کی نہیں ہو سکتی، دیکھو کہ اس ہی (اسی) حدیث میں طرز تہجد آپ کا اس طرح پر روایت کیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ کچھ نماز پڑھ کر اتنا ہی سو رہتے تھے، پھر اٹھ کر دوبارہ نماز پڑھتے تھے، پھر اسی قدر سو رہتے تھے حالاں کہ اور بہت رویات میں یہ امر ثابت

ہے کہ آپ نے ایک ہی دفعہ ساری تہجد پڑھی ہے (۱)

استدلالِ عجیب بروایتِ ام سلمہؓ کے موافق لازم آتا ہے کہ جیسے اس روایت میں طریقہ تہجد مروی ہے اس کے سوا اور جس قدر طریقے ہیں جن پر آپ کا عمل فرمانا خود روایت صحاح سے ثابت ہے وہ سب بدعت ہوں، معاذ اللہ! پس جیسا کہ یہ طرز تہجد اور قراءت "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن" احیاناً ہے نہ دائماً ایسے ہی وقف علی رووس الآیات احیاناً ہے، نہ دائماً۔

(واضح رہے کہ) حضرت ام سلمہؓ نے ان امور کو جو فرمایا ہے اس میں کوئی کلمہ حصر کا نہیں ہے کہ نفی دوسرے طریقہ کی ہو جائے علیٰ ہذا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قراءت حضرت ﷺ کو مفسرۃً حرفاً حرفاً فرمایا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرائت مستعجلاً (سرعت اور تیزی کے ساتھ) جس سے صحت لفظ و ادائے حروف فوت نہ ہو، بدعت ہو جائے بلکہ اس طرح پڑھنا بھی جائز ہے۔ بعض صحابہؓ کے نزدیک افضل ہے۔ (۲)

برحسبِ رائے مجیب چاہئے تھا کہ بدعت اور ناجائز ہو حالاں کہ باجماعِ امت یہ جائز ہے، صرف اختلاف افضلیت میں ہے، چنانچہ علامہ مجدالدین "سفر السعادت" میں فرماتے ہیں:

"و علماء را دریں مسئلہ اختلاف است کہ ترتیل باقلتِ قراءت افضل ست یا سرعت

---

(۱) ماسبق میں وارد دونوں روایات میں سوالات حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، صلوٰۃ تہجد میں کیفیتِ قراءت پیغمبر علیہ السلام تھے اور اب ابن جریج والی روایت کو (جو کہ منقطع ہے، جس سے اس کی حیثیت بھی واضح ہو جاتی ہے) مان لیں تو یہ وقف علی الآیۃ، دیگر فرض نمازوں میں کیونکر ہو سکتا ہے؟ دورِ حاضر میں الزام وقف علی الآتیہ فی سورۃ الفاتحہ، دعوتِ فکر دیتا ہے۔ ضرورت ہے کہ سب روایات سامنے ہوں اور مسئلے کو اس کے مالۂ وما علیہ کے ساتھ سمجھا جائے، خواہ مخواہ ضد سے باز رہنا چاہئے۔

(۲) رفتار کے اعتبار سے تلاوت کے تین مراتب ہیں:

۱- ترتیل (و تحقیق ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا، یہ ورشؒ (بہ طریق ازرق) عاصمؒ و حمزہؒ کے نزدیک مختار ہے۔

۲- حدر سرعت اور تیزی سے پڑھنا مگر قواعدِ تجوید کی پوری رعایت کے ساتھ، یہ قالونؒ، مکیؒ، بصریؒ کے یہاں مستعمل ہے۔

۳- تدویر مذکورہ دونوں مراتب کی درمیانی حالت سے پڑھنا، یہ شامیؒ اور کسائی کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ واضح رہے کہ یہ تینوں طریقے ان ائمہ کی اکثری عادت کے اعتبار سے ہے ورنہ یہ تینوں طریقے سبھی حضرات جائز کہتے ہیں، مزید تفصیلات کتبِ فن میں ملاحظہ کریں۔

با کثرتِ قراءت! ابن عباسؓ وابن مسعودؓ می گویند ''ترتیل وتدبر باقلتِ قراءت افضل است''

وامیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وجماعتے از صحابہؓ وتابعینؒ وامام شافعیؒ می گویند ''سرعت و کثرت قراءت افضل ست، اگرچہ ہر حرفے رادہ حسنہ است پیغمبر علیہ السلام فرمودہ ہر حرفے را دہ حسنہ است، لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ، بَلْ اَلِف حرفٌ و لَام حرفٌ و میم حرف انتھی۔

ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ترتیل وتدبر قلتِ قراءت کے ساتھ افضل اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت صحابہ وتابعینؒ کی اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سرعت و کثرتِ قراءت افضل ہے کیوں کہ ہر حرف (کی تلاوت) پر دس نیکیاں ہیں، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ الٓـمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (ابھی ائمہ قراءت کے اختیار کردہ انداز گزرے)

اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ حدیث صحیح متصل السند ام سلمہؓ سے تو یہ ثابت ہوا (جو لیث ابن سعد سے مرفوعاً ہے) کہ آپ ﷺ قراءت مفسّرۃً حرفاً حرفاً پڑھتے تھے۔ مجیب اور اس کے اَتباع نے اس طرز قراءت کو دائمی قرار دے کر قراءت مستعجلًا کو بدعت نہیں کہا حالاں کہ ان کی فہم کے موافق اس کا بدعت ہونا بھی ضروری تھا اور حدیث منقطع (جو ابن جُریج سے مروی ہے، روایت کے درمیان سے ایک نام یعلیٰ ابن مملّک غائب ہے) جس میں یَقطَعُ اٰیَۃً اٰیَۃً ہے اور حسبِ مذہب مجیب غیر معتبر، اس پر اعتماد ذکر کر کے اوقاف مستحبہ کو بدعت قرار دیا، معاذ اللہ من ھذا الفھم الــــــراوی. پھر دوسرا اعجوبہ یہ ہے کہ سائل حدیثِ متصل السند سے جواب مانگتا ہے اور مجیب صاحب منقطع السند سے جواب دیتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم.

اگر کہا جائے کہ اگرچہ اس جگہ اس روایت سے مستعجلًا (عجلت اور جلدی جلدی، حدراً) پڑھنا بدعت معلوم ہوتا ہے مگر چوں کہ دوسری جگہ مستعجلًا پڑھنا ثابت ہے اس لئے وہ بدعت نہ ہوا تو جواب یہ ہے کہ خود اسی حدیث سے بروایت دار قطنی ''اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ'' پر وقف نہ کرنا ثابت ہوگیا باوجودیکہ یہاں پر آیت ہے اور دیگر روایاتِ صحیحہ و نیز اجماع سے اور بہت سے مواقع پر باوجود آیت ہونے کے وقف نہ کرنا ثابت ہے، لہٰذا یہ بھی بدعت نہ ہونا چاہیے اور چوں کہ

ہندوستان میں قراءت عاصمؒ کی شائع ہے تو اہل ہند کے اوقاف بھی مثل اوقافِ عاصمؒ کے ہیں۔ الحاصل اس کے اوقاف کو بدعت کہنا سخت بے جا ہے، وقف کرنا روسِ آیات پر روایتِ مذکورہ سے ثابت ہوا اور غیر رؤس میں آیات پر روایتِ ہذا اور بہت سی روایات صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہوا۔ پس قراءتِ قرآن میں دونوں طرح سے پڑھنا یعنی قراءتِ مفسّرہ حرفاً حرفاً اور مستعجلاً دونوں طرح سے درست ہے، اسی طرح وقف علیٰ رؤس رایات بھی درست ہے اور عدمِ وقف بھی اور اصل یہ ہے کہ اوقاف کا تعلق تفسیر قرآن سے ہے کہ فصل ووصل سے معنی قرآن کے واضح ہوتے ہیں۔

سوایسی طرح پڑھنا کہ جس سے توضیح مطلب ہو جائے مستحسن ہے اور بعض کج فہم جو اس تفسیر کو بدعت کہتے ہیں یہ ان کی نہایت ہی کم فہمی ہے کیوں کہ بدعت اس کو کہتے ہیں جس کی نظیر قرونِ ثلثہ میں نہ پائی گئی ہو اور جب کہ یہ خود قرونِ ثلثہ میں پائی گئی تو کوئی ان کو بدعت کیسے کہہ سکتا ہے، ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ قراء تابعی ہیں یا تبع تابعی (ائمہ قراءت: جیسے مکی ابن کثیر مکیؒ، ابن عامر شامی، عاصم کوفی وغیرہ) اور خود صحابہؓ سے روایت کرتے ہیں اگر بالفرض ان کا وجود قرونِ ثلثہ میں نہ پایا جاتا تب بھی یہ بدعت نہ ہوتی کیوں کہ ان کی نظیر حضرت ﷺ سے پائی جاتی ہے کہ حضرت ﷺ نے آیت شریف "سَمِيْعًا بَصِيْرًا" کو پڑھا تو آپ نے سَمْعِ اقدس وچشمانِ مبارک پر انگلی کا اشارہ فرمایا اور جب آیت فَدُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا تلاوت فرمائی تو انگشتانِ مبارک کو باہم دبا دیا۔ پس جیسے یہ فعل آپ کا تفسیر کلام اللہ شریف کا واقع ہوا ہے، ایسے ہی اوقاف بھی کلام پاک کی مراد واضح کر دیتے ہیں اور ان سے اس کی تفسیر ہو جاتی ہے۔

اور سنو کہ سائل نے کیفیت نماز تہجد رسول اللہ ﷺ کی دریافت کی ہے اور یہ سوال فی الجملہ نامناسب تھا جیسا کہ کسی شخص نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ روزہ کیسے رکھتے ہیں؟ تو آپ ناخوش ہوئے اور اس سوال کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ پس اس لئے حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا "مَالَكُمْ وَصَلٰوةُ" یعنی آپ ﷺ جیسی نماز تجھ سے کب ادا ہو سکتی ہے "تمہیں اس سے کیا" لہٰذا جو فعل آپ ﷺ کا اشد واحمر تھا وہ ام سلمہؓ نے بیان فرمایا کہ یہ طریقہ سب طریق سے احمر و اشد ہے اور طریقہ قراءت کا بھی وہی فرمایا جو نفس پر اشد ہے یعنی بقراءت مفسّرہ حرفاً حرفاً پڑھنا

اور ہر آیت پر وقف کرنا کہ اس میں دیر زیادہ لگتی ہے اور آپ ﷺ کو قرآن شریف بھی زیادہ پڑھنا ہوتا تھا، نہ یہ کہ آپ ﷺ ہمیشہ نماز و قرآن اسی طرح پڑھتے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس کے سوا کوئی طریقہ معلوم ہی نہ تھا ــــــ بلکہ یہ طریقہ شدید تھا اس لئے اس کا بیان کرنا مناسب تھا۔ پس انہوں نے اسی کو بیان فرمایا۔

سوا اولاً یہ طریقہ خاص قراءت صلوٰۃ تہجد کا ہے، نہ مطلق قراءتِ قرآن کا، نماز و خارج نماز میں۔ مثلاً نماز مغرب میں آپؐ نے سورۂ اعراف پڑھی۔ اگر سورۂ اعراف (سوا پارے اور ۲۰۶ آیات) بقراءت مفسرہ حرفاً حرفاً اور ہر آیت پر وقف کے التزام سے پڑھی جاتی تو مغرب کے وقتِ مستحب میں ہرگز تمام نہ ہوسکتی، بلکہ عشاء کا وقت ہوجاتا ــــ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت مستعجلاً قراءت پڑھی تھی۔

ایسے ہی نماز تہجد میں بھی احیاناً کیوں کہ تہجد میں بھی آپ کا ایک رکعت میں سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء کا پڑھنا ثابت ہے، حالاں کہ وقت تہجد میں بقراءت مفسرہ حرفاً حرفاً بالتزامِ وقف ہر ہر آیت ساری نماز میں بھی یہ سورتیں نہیں ہوسکتیں۔

رہا حالِ اوقاف، تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق اس کے جواز پر ہے، خلاف پر نہیں ہے بلکہ خود اس حدیث کے اندر حجت موجود ہے۔ دیکھو دار قطنی نے جس اس روایت کو نقل کیا ہے اس میں یہ لفظ ہیں:

"وَعَدَّ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرحیم آیة، ولَمْ یَعُدّ عَلَیْهِمْ. یعنی آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرّحمٰن الرحیم کو آیت شمار کیا اور عَلَیْهِمْ یعنی غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ کو آیت شمار نہیں فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ پر وقف نہیں کیا حالاں کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ پر آیت ہے۔ امام نافع مدنیؒ، امام ابو عمرو بصریؒ اور امام عبداللہ بن عامر شامیؒ تین قاری کہ قراءاتِ سبعہ متواتر کے راوی ہیں اور ان کی قراءت قطعی ہے، یہاں آیت کہتے ہیں اور آیات کا حال سماع سے تعلق رکھتا ہے کہ یہ امر توقیفی ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف وغیرہ میں مصرّح ہے اور اتقان وغیرہ میں بھی اس کی تصریح ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف آیت پر اسی واسطے کرتے تھے کہ معلوم ہوجائے کہ یہاں آیت ہے اور جب آپ کو یہ معلوم ہوجاتا کہ لوگوں کو یہاں آیت ہونا معلوم ہوگیا تو بسا اوقات نہیں بھی کرتے تھے۔ (۱)

پس بتواتر ثابت ہوگیا کہ یہاں آیت آپ ﷺ نے کی ہے اور اس روایت امّ سلمہؓ سے یہاں وقف نہ کرنا ثابت ہوگیا اور یہ دونوں فعل رسول اللہ ﷺ کے ہیں تو اس سے عدم توقف آیت پر ثابت ہوگیا علیٰ ہذا جہاں اختلاف قراءت آیات میں ہے کہ بعض کے نزدیک وہاں آیت نہیں ہے اور بعض کے نزدیک وہاں آیت ہے، پس وہاں بھی یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے بعض مرتبہ وہاں وقف کیا، بعض مرتبہ نہیں کیا۔ تو جن لوگوں نے پہلے وہاں وقف سن لیا تھا وہ آیت کے قائل ہوئے اور جن کو پہلے سے یہ علم نہ ہوا تھا انہوں نے وہاں آیت نہ ٹھہرائی۔

چنانچہ ''اتقان'' صفحہ ۶۷، النوع التاسع عشر، انیسویں نوع میں ہے:

وَقَالَ غَيْرُهُ سَبَبُ الْإِخْتِلَافِ فِيْ عَدَدِ الْآيِ، اَنَّ النَّبِيَّ صلى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقِفُ عَلٰى رُؤسِ الآيَاتِ لِلتَّوْقِيفِ، فَاِنْ عُلِمَ فَخَلّٰيهَا وَصَلَ لِلتَّمَامِ فَيَحْسَبُ السَّامِعُ اَنَّهَا لَيْسَتْ فَاصِلَةً''.

اس عبارت کا خلاصہ اوپر کی سطروں میں آگیا ہے۔

●●●

(۱) صاحبِ خلاصۃ البیان (علامہ المقری ضیاء الدین احمد الہ آبادیؒ) اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اَمَّا الْفَوَاصِلُ التَّوْقِيْفِيَّةُ فَلِاَغْرَاضٍ اُخَر'' یعنی فواصل (آیات) توقیفیہ صرف محل وقف بتلانے کے لئے نہیں ہیں، بلکہ ان کے اور بھی مقاصد ہیں۔ اس سلسلے میں سولہ مقاصد بیان کئے جاتے ہیں، ازں جملہ ایک عدّ آیات یعنی آیات کا شمار بھی ہے۔ عدّ آیات پر مستقل کتابیں ہیں۔ وقف کے باب سے متعلق مذکورہ کتاب خلاصۃ البیان کی شرح ''فتح الرحمٰن'' ہیں۔ شارح مولانا المقری محمد صدیق سانسرودی گجراتی مدظلہٗ نے سیر حاصل مفید بحث کی ہے، نیز ''تحفۃ العرفان فی بیان اوقاف القرآن'' میں راقم الحروف نے پورے قرآن کی ہر ہر سورۃ کے اور محل اوقاف اور ''نشر المرجان فی تعداد آیات القرآن'' میں ہر ہر سورۃ کی اَعداد کے اختلافات بیان کئے ہیں۔

الحاصل: جواب مجیب اور تصحیح اس کے کی سراسر بے جا ہے اور طعن ناموزوں جماعت صحابہؓ و تابعین پر

ایک اور سوال: جو کہ قرآن شریف میں (ط) علامت مطلق کی ہے اگر مطلق پر نہ ٹھہرے تو گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟

اور لا آیت ۝ لا کا کیا حکم ہے؟ اس پر ٹھہرے یا نہ ٹھہرے؟ للہ ان مسئلوں کو بہت جلد زیبِ قلم فرما کر مزین بمہر فرمادیں، بیّنوا و توجروا.

جواب: (ط) پر اگر وقف نہ کرے تو گناہ نہیں ہوتا اور لا پر بھی وف نہ کرے، اگر کیا تو گناہ نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

ملفوظ: ط کی آیت بمنزلہ آیت کے نہیں ہے بلکہ آیت تو ہی ہے جہاں ۝ (یعنی گول دائرہ) خواہ اس پر (لا) ہو یا کچھ اور ہو مگر ٹھہرنا نہ ٹھہرنا یہ اور امر ہے، آیت پر (لا) ہو تو ٹھہرنا نہ چاہئے، یہی بہتر ہے (اگر وقف کرلیا تو اعادہ نہ ہوگا)

واللہ اعلم و علمہ اَتمّ و اَحْکم ــــ فقط ــــ

●●●

---

(۱) تلاوتِ قرآن مین اصل، وصل ہے، وقف تو عوارض کی وجہ سے ہے، جیسے سانس کا تنگ ہوجانا، بھول جانا، کھانسی وغیرہ کا آجانا وغیرہ، ہر ہر علامت اور مواقعِ وقف پر وقف کرنا سانس میں قوت ہوتے ہوئے معیوب ہے، اسی طرف محقق ابن الجزریؒ اپنے منظومہ ''مقدمہ الجزریہ'' میں اشارہ فرمایا ہے:

وَلَیْسَ فِی الْقُرْآنِ مِنْ وَّقْفٍ وَّجَبْ ☆ وَلَا حَرَامٍ غَیْرَ مَالَہٗ سَبَبْ

یعنی قرآن میں نہ تو کوئی قف واجب ہے اور نہ ہی حرام الا یہ کہ کوئی وقف یا وصل سے کوئی معنوی فساد لازم آتا ہو، تفصیلات کے لئے وقف سے متعلق کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

تالیفات حضرت مولانا قاری ابوالحسن اعظمی

۱-علم قراءت اور قراء سبعہ ۲-قواعد التجوید
۳-النفحة العنبريه شرح مقدمة الجزريه
۴-النفحات القاسمیه شرح شاطبیه
۵-التبشیر شرح التیسیر ۶-خلاصة الترتیل
۷-الفوائد الدرية ترجمہ مقدمة الجزريه
۸-تیسیر القراءات فی السبع المتواترات
۹-قرآن مجید عشرہ صغیر کا حامل
۱۰-روح القراءات ۱۱-دارالعلوم دیوبند اور خدمات تجوید و قراءت
۱۲-الفوائد البهية شرحِ دُرّہ
۱۳-ایضاح العشر فی حل طیبة النشر ۱۴-اظہار النعم
۱۵-حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات
۱۶-اجازۃ القرآن ۱۷-التصمیم الجدید نقشۂ تجوید
۱۸-جواہر القراءات ۱۹-قرآنی املاء اور رسم الخط
۲۰-جمعہ و عیدین کے فضائل و مسائل مع خطبات
۲۱-سوانح ابوعبید القاسم ابن سلامؒ ۲۲-ارکان اسلام
۲۳-رسم المصحف اور اس کے مصادر
۲۴-نفحة الريحان فی بيان اللّن ۲۵-مختصر معارف القرآن
۲۶-کاتبین وحی ۲۷-دربار رسالت کے مستند قراء
۲۸-قراءاتِ شاذہ ۲۹-کلمات اذان میں مد کی تحقیق
۳۰-کشکول حسن ۳۱-اذان و اقامت کے فضائل و مسائل
۳۲- التحفة الجميلة شرح عقیلہ (رائیہ)
۳۳-معرب و مترجم خلاصة البيان ۳۴-نعم الورود فی احکام المدود
۳۵-تحفة الحسنات بمتون القراءات ۷ متون
۳۶-دلچسپ و حیرت انگیز ۳۷-آداب تلاوت
۳۸-مقدمہ علم قراءت سفارشات و گذارشات
۳۹-حسن الاقتداء فی الوقف والابتداء
۴۰-نثر المرجان فی تعداد آيات القرآن
۴۱-مدرسہ تجوید القرآن دہلی- خدمات اور تعارف
۴۲-حسن المحاضرات فی رجال القراءات ۲ جلدیں
۴۳-ذکر ابرار ۴۴-یہ تھے شیخ الاسلامؒ
۴۵-اساطین علم قراءت ۴۶-حواشی حسنیہ برفوائد مکیہ
۴۷-ایضاح الوقف حاشیہ جامع الوقف
۴۸-المستبشرة فی القراءات الثلاث
۴۹-ضیاء النجوم حاشیہ معرفة الرسوم
۵۰-بیان العرفان حواشی جمال القرآن
۵۱-غنیة الطالبی فی تذکرة الامام الشاطبیؒ
۵۲-مسائل تجوید اور وقوف ۵۳-تاریخ علم قراءت
۵۴-ضیاء الارشاد فی تحقیق الظاء والضاد

۵۵-روح پرور حالات اور حیرت انگیز معلومات
۵۶-الفیض العمیم فی اجراء جزء الٓمّ
۵۷-اکابر علماء امت کا اعتناء فی القراءات
۵۸-حدیث سبعۃ احرف اور علامہ ابن جریر طبریؒ
۵۹-حرکات الحروف فی نطق المجهول والمعروف
۶۰-تونے سیارے تراشے ہیں چراغ شام سے (سوانح ابوالحسن اعظمی)
۶۱-خزائن العرش فی روایت قالونؒ و ورشؒ
۶۲-الدر النثیر فی قراءة ابن کثیر مکیؒ ۶۳-علمی حکایات و لطائف
۶۴-وصول الغمر الیٰ قراءة ابی عمرو بصریؒ
۶۵-المصباح الزاہر فی قراءة ابن عامر شامیؒ
۶۶-فیض الودود بروایت شعبۃ عن عاصم ابن ابی النجود
۶۷-الکلام المجیب بقراءة حمزہ ابن حبیب کوفی
۶۸-القول النہائی فی قراءة کسائی کوفیؒ
۶۹-الانعام المزید فی قراءة امام یزید مدنیؒ
۷۰-کشف المحجوب فی قراءة امام یعقوبؒ
۷۱-العمدة الشغف فی قراءة امام خلفؒ
۷۲-ابوالحسن اعظمی معاصرین کی نظر میں
۷۳-روبرو گفتگو-ایک انٹرویو ۷۴-رحمت عالمؐ
۷۵-تحفة العرفان فی بیان اوقاف القرآن
۷۶-ارشاد الاخوان فی تجوید القرآن
۷۷-مورد الظمآن ۷۸-ابوالحسن اعظمی اپنی تصانیف کے آئینے میں
۷۹-علم تجوید و قراءت اہمیت اور ضرورت
۸۰-تحصیل الیسر فی شرح ناظمة الزہر ۸۱-تنبیہات ۸۲-نقوشِ فکر و فن یعنی تذکرۂ تصانیف ابوالحسن
۸۳-عمدة الاقوال ترجمہ تحفة الاطفال ۸۴-دینی تعلیم اور مدارس
۸۵-ایک دلآویز شخصیت یعنی مختصر سوانح مولانا مدراسی
۸۶-قراءات عشرہ کبیر کا حامل قرآن کریم (بطریق طیبہ)
۸۷-بسلسلۂ قراءات متواترہ ابن جریر طبریؒ کی غلط فہمی اور ان کا رجوع
۸۸-تحصیل الاجر فی القراءات العشر (عربی) ۸۹-فرشتہ صفات
۹۰-الهدية الراطبيه ترجمه القصيدة الشاطبيه
۹۱-الکمالات فی بیان الامالات ۹۲-اتمام الانعام لاحکام الادغام
۹۳-جمع الحسنیین فی احکام الہمزة والہمزتین
۹۴-رافع الابہام فی الوقف علی الہمز لحمزة و ہشام
۹۵-مرکز علم و فضل پانی پت اور خدمات تجوید و قراءات
۹۶-التنویر فی بیان القراءات العشر مع التوجیہ والتفسیر
۹۷-میری تعلیم، اساتذہ......اور......میرے شیخ
۹۸-احسن القصص یعنی تذکرۂ حضرت یوسفؑ، بصائر و عبر
۹۹-عِبادُ الرَّحمٰن مخصوص بندگانِ خدا
۱۰۰-ذکر اور قرآن کریم کے فضائل احادیث کی روشنی میں
۱۰۱-امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ

۱۰۲-تاریخ شعبۂ قراءت دارالعلوم دیوبند ۱۰۳-میرے رجال سند مشائخ سلسلہ رحمانیہ کا ذکر جمیل ۱۰۴-مراۃ المقریین
۱۰۵-تذکرۃ التصانیف والمصنفین ۱۰۶-کُتبِ سماوی اور قرآنِ محفوظ و مکتوب ۱۰۷. معجم القراء ات القرانيه
۱۰۸-دفاع المفردات عن الحدیث والقراءات
۱۰۹-ہندوستان میں علم تجوید و قراءات ماضی اور حال کے آئینے میں ۱۱۰-تحفیظ قرآن کریم اور تجوید و قراءات اہم ملحوظات ۱۱۱-افکار و تاثرات
۱۱۲-ارضِ حرم میں حاضری ۱۱۳-شعبۂ قراءت دارالعلوم دیوبند کے ناگفتہ بہ حالات ۱۱۴-قرآن کریم کی کتاب صرف حروف عربیہ میں
۱۱۵-صاحب علم و فن الشیخ ایمن ۱۱۶-الدکتور ایمن کَماَ اَرَاہُ عربی ۱۱۷-المحاضرات للتعريف بكتب التجويد و القراءات
۱۱۸-تخصیص النشر فن القراءات العشر
۱۱۹-شاطبیہ و درہ طیبہ کا حامل القرآن الکریم
۱۲۰-الخواذ والاقم ادراسات فن تجوید القراءات
۱۲۲-اختلافِ قراءات اور اختلافِ معانی و تفسیر

ASG a s graphics 9411485040